Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 03, July - September 2026, **PP**: 243-256
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

نسلِ نو کا تحفظ، تعمیر اور کردار: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Protecting, Nurturing, and Shaping the Character of the Younger Generation in the Light of the Seerah of the Prophet ﷺ

1. Dr. Noreen Butt *noreen.butt@gcwus.edu.pk*	*Assistant Professor,* *Department of Arabic & Islamic Studies,* *Government College Women University, Sialkot.*
2. Sana Butt *sana.butt@gcwus.edu.pk*	*Lecturer,* *Government College Women University, Sialkot.*

How to Cite: Dr. Noreen Butt and Sana Butt. 2026: “Protecting, Nurturing, and Shaping the Character of the Younger Generation in the Light of the Seerah of the Prophet ﷺ”. Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (03): 243-256.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
21-07-2026	09-09-2026	23-09-2026

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

نسلِ نو کا تحفظ، تعمیر اور کردار: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Protecting, Nurturing, and Shaping the Character of the Younger Generation in the Light of the Seerah of the Prophet ﷺ

1. **Dr. Noreen Butt**
   Assistant Professor,
   Department of Arabic & Islamic Studies, Government College Women University, Sialkot.
   noreen.butt@gcwus.edu.pk

2. **Sana Butt**
   Lecturer, Government College Women University, Sialkot.
   sana.butt@gcwus.edu.pk

Abstract

The concept of the “new generation” refers to the cohort of young individuals who represent the future of a society and carry the potential for its intellectual, moral, and socio-economic progress. They are shaped by shared historical, cultural, and technological experiences, which influence their worldview and behavior. In the context of national development, the new generation plays a pivotal role as a driving force behind innovation, leadership, and sustainable growth. Their education, skills, and ethical orientation determine the strength and stability of a nation. However, the proper upbringing of the new generation faces multiple challenges. These include the negative influence of globalization, moral decline, lack of effective educational systems, weak family structures, and the impact of digital media. Such obstacles hinder the balanced development of youth and create gaps in their moral and intellectual formation. The process of *Tarbiyah* (upbringing and training) of the new generation involves several stages, beginning with early childhood socialization within the family, followed by formal education, and later, social and professional integration. Each stage contributes to the development of character, values, and a sense of responsibility. Effective *Tarbiyah* requires a holistic approach that integrates moral, spiritual, intellectual, and physical development. Despite its importance, *Tarbiyah* faces various practical difficulties, such as inadequate role models, lack of proper guidance, economic pressures, and conflicting societal values. These issues complicate the process of nurturing a well-balanced and responsible generation. In the light of the Seerah (the life of the Prophet Muhammad ﷺ), practical principles and measures for *Tarbiyah* can be identified. These include leading by example, fostering strong moral values, promoting compassion and justice, encouraging education and critical thinking, and creating a supportive and disciplined environment. The Prophet ﷺ emphasized kindness, gradual instruction, and individual capacity in *Tarbiyah*, which remain highly relevant for contemporary society. In conclusion, the protection and development of the new generation is essential for national prosperity. By addressing the challenges and adopting principles derived from the Seerah, societies can ensure the formation of a morally upright, intellectually capable, and socially responsible generation.

Keywords: *Tarbiyah, New Generation, Training, Character Building, Seerah.*

تمہید

رب العزّت نے تکوینِ کائنات اور آرائشِ ارض کے بعد آدمؑ و اولادِ آدم کو منصبِ خلافت بخشا اور جملہ مخلوقات کو اس کے لئے مسخّر کر دیا تاکہ وہ دنیا میں نیابتِ الٰہی کی ذمہ داری کو احسن طریق سے نباہ سکے، آزاد قوتِ ارادی اور علم و عقل کی عطا کے ساتھ

مزید کرم فرماتے ہوئے سلسلہ نبوت و رسالت سے اس کی ہدایت کا اہتمام فرمایا تا کہ یہ اشرف مخلوق اپنی محدود دانست و فہم پر انحصار کرتے ہوئے راہِ حق سے بھٹک کر اپنا مقام اور اس کے تقاضوں کو فراموش نہ کر دے۔ چنانچہ ربِ کریم نے جہاں اس کو مادی اسبابِ حیات مہیا کئے وہاں ان سے بہترین استفادہ کے اصول بھی سکھائے، حضرتِ انسان کی تربیت کا سلسلہ ھبوطِ ارضی سے قبل جنت میں ہی شروع ہوا، آدمؑ اوّلین انسان ہی نہیں تھے اللہ کے پہلے نبی بھی تھے ان کے بعد ان کی اولاد میں نبی و رسول مبعوث ہوئے۔ بالآخر وحی و نبوت کا سلسلہ نبی آخر الزماں ﷺ پر منتہا ہوا، لیکن نبی ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امّت کو بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سونپا گیا تا کہ تخلیقِ انسانی اور خلافتِ ارض کا مقصد تکمیل کو پہنچے۔

پہلی وحی کے نزول سے تکمیلِ دین کے اعلان تک جو عظیم انقلاب عرب کے نظریہ حیات اور نظامِ زیست میں آیا وہ تعلیم و تربیت کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، برائی میں غرق لوگ خیر و پارسائی میں مثال بن گئے، جہالت میں ڈوبے ہوئے علم کا بحر بیکراں ہوئے اور قبائل میں بٹے عرب دنیا کی وسیع ترین ریاست کے امیر اور اقوامِ عالم کے حاکم ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا پیغام ہی لوگوں تک نہیں پہنچایا بلکہ ان کو اس تربیت سے بھی نوازا جس سے ان کا اندازِ زندگی منشاءِ ربی کے مطابق ڈھل گیا۔ بلاشبہ آپ نے مرد و عورت، شہری و دیہاتی، بوڑھے و جوان سب کے لئے راہِ ہدایت ہموار کی۔ لیکن سیرتِ رسول ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نوجوانوں کے کردار کی تعمیر کی طرف خصوصی توجہ فرمائی جو ملّی استحکام و ترقی میں نوجوان نسل کے کردار کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ مزید برآں عقلِ انسانی بھی اس حقیقت کو بخوبی سمجھتی ہے کسی قوم کی طاقت وہ افراد ہی ہو سکتے ہیں جو بدنِ سلیم کے ساتھ عقلِ سلیم کے مالک ہوں جن میں حالات کی نزاکت محض سمجھنے کی ہی نہیں بلکہ ان کی اصلاح کے اقدام کی صلاحیت بھی ہو۔ ارتقاءِ روزگار کے تقاضوں کے مطابق پروان چڑھتی ہوئی فکر ہو، اصلاح کو قبول کرنے کی لچک اور فساد کا راستہ روکنے کی قوت، مذکورہ اوصاف کسی قوم کی نسلِ نو میں ہی ہو سکتے ہیں۔ تجربہ کار بزرگوں کی بہترین مشاورت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا مگر ان کے عمدہ افکار پر عمل درآمد بہر حال نوجوان ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے، چنانچہ امت کے عروج و ترقی کے لئے نئی نسل کا تحفظ، ان کی کردار سازی اور تعمیرِ سیرت پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ بالخصوص ان حالات میں جب امت مسلمہ نا صرف علوم و فنون میں پسماندگی کے ساتھ افتراق کا شکار بلکہ باطل قوتوں کے لئے دعوتِ شیراز بنی ہوئی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے ہمیں اس بارے میں جامع راہنمائی ملتی ہے۔ مقالہ ہٰذا میں عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کی نسلِ نو کے وجود، اسلامی تشخص و اقدار کی بقاء اور افکار کی سلامتی کی راہ میں پیش آمدہ تحدیات اور تربیت میں حائل مشکلات کا جائزہ لیتے ہوئے سیرتِ طیّبہ کی روشنی میں نوجوانوں کی تربیت کی اہمیت و مقاصد اور ان اصولوں کی وضاحت کی جائے گی جن پر قائم ہونے والا تہذیب و تادیب کا نظام نا صرف انفرادی کردار سازی بلکہ اجتماعی اصلاح و فلاح اور ملی و قومی سلامتی و ترقی کا ضامن ہے۔

نسلِ نو کا مفہوم اور عصری تحدید

جہاں تک کلمہ "نسل" کا تعلق ہے لغت میں اس سے مراد خلق، اولاد و ذرّیت ہے[1]۔ یہ لفظ بیٹے اور بیٹی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ مغربی ماہرینِ عمرانیات کی اصطلاح میں یہ لفظ کسی خاص فرد کی اولاد یا کسی خاص عمر کے لوگ نہیں ہوتے بلکہ نسل یا جنریشن انسانوں کا ایسا گروہ ہوتا ہے جو کسی مخصوص عرصہ وقت کے دوران پیدا ہوئے ہوں اور ایک سے سماجی، تہذیبی، تمدنی اور تاریخی حالات سے گزرے ہوں یا گزر رہے ہوں[2] اور یہ مشترکہ تجربات ان کی عادات، اخلاق، افکار اور طرزِ زندگی پر اثر انداز ہوں[3]۔ یہی وجہ ہے کہ تیز تر تغیراتِ زمانہ کے سبب جدید مغربی مفکرین 1965 سے اب تک کے مختصر عرصہ میں پانچ نسلوں

Gen-x, Millennial، Gen-Z، Gen- Alpha اور Gen- Beta کے قائل ہیں لیکن نسلوں کی یہ جدید تقسیم کمپیوٹر، انٹر نیٹ، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور جدید مصنوعی ذہانت کے آغاز و ارتقاء اور استعمال کے مشترک تجربات پر مبنی درجات ہے جو تہذیب و اندازِ حیات کو متاثر کرتے ہیں۔ نسلوں کی اس تقسیم کا انحصار سائنسی ایجادات کی سرعت پر ہے اور نہایت مختصر عرصہ وقت پر مشتمل ہے چنانچہ اس جدید تحدیدِ نسل سے قطع نظر نسلِ نو سے مراد اس دور کا ہر بچہ و نوجوان جس کو فکری پختگی اور شعور یعنی درست و غلط کا مکمل ادراک حاصل نہیں ہوا، جو تربیت کے مراحل میں ہے اور تعلیم و تفہیم اس کی تعمیرِ کردار میں کارگر اور شخصیت و اخلاق کے نکھار میں مؤثر ہو اس طرح سے کہ وہ معاشرے میں مثبت تبدیلی لا سکے اور ملت کا وقار برقرار رکھ سکے۔

نسلِ نو کا ملی و قومی ترقی میں کردار

کسی قوم کے نوجوان بلاشبہ اس کا قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں۔ نوجوانی انسانی عمر کا عہدِ عروج ہے اس عمر میں جسمانی و ذہنی قوتیں اوجِ کمال پر ہوتی ہیں، عزائم مصمم، حوصلے بلند اور ارادوں کو پانے کی بھرپور توانائی۔ یہی وہ زندگی کا حصہ ہے جس میں افراد و اقوام کے مستقبل کی تشکیل و تعمیر ہوتی ہے۔ نوجوان قومی بقاء و ترقی میں مختلف طریق سے بڑا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اسی لئے مفکر اسلام علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں نوجوان نسل کے لئے شاہین کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے ان کو امتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور اقوامِ عالم میں قائدانہ مقام کے حصول کے لئے جو راہ دکھائی ہے اس کا اختصار حسبِ ذیل ہے:

- **اسلامی تشخص کی حفاظت:** علامہ اقبال نے مسلم نوجوانوں کو اپنی خودی، وقار، اور اعلیٰ و جدا اسلامی تشخص کی حفاظت کی نصیحت کی ہے کیونکہ اگر وہ اپنی شناخت کھو بیٹھے تو ترقی تو درکنار بقا بھی نا ہو گی۔ لہٰذا اس عہد میں جب مسلم امہ غیر مسلم اقوام کے لئے تر نوالہ ہے اور ان کا ہدف ملت اسلامیہ کا نوجوان طبقہ ہے کیونکہ یہی نسل ہر محاذ پر سر اٹھانے کی جرات بھی رکھتی ہے اور شکست دینے کی قوت بھی، چنانچہ وہ ہتھیار کی بجائے افکار کو استعمال کرتے ہیں۔
- **تعلیم و تحقیق:** مسلم امہ کے زوال کا بڑا سبب علم سے دوری تھی۔ جب تک وہ تعلیم و تحقیق میں سر خیل رہے عالمی سیاست کے افق پر تابندہ رہے۔ آج وہ اپنا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو تعلیم و تحقیق میں سنجیدہ رویہ اختیار کرنا ہو گا۔ اسلام دشمن قوتوں کی بالادستی آج ان کا علمی و سائنسی عروج ہی ہے۔ نا صرف پاکستانی قوم بلکہ عالم اسلام اپنی ضروریاتِ زندگی سے لے کر دفاع جیسے اہم معاملات میں غیر مسلم بلکہ دشمنانِ اسلام کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اپنے قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے کے لئے اہل مغرب کے محتاج ہیں اور اپنی دولت کا بڑا حصہ ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہیں۔ مسلم امہ سائنس و ٹیکنالوجی، معاشی استحکام و قومی دفاع ہر میدان میں زبردست ہو سکتی ہے اگر نوجوانانِ اسلام تعلیم اور مقاصدِ تعلیم و تحقیق کی طرف توجہ دیں۔
- **جہدِ مسلسل اور ملی وقار کی بازیابی:** کوئی شے نہ تو فوراً حاصل ہوتی ہے اور بلا سعی مسلسل باقی رہ سکتی ہے چنانچہ مستقل مزاجی اور لگاتار جدوجہد ضروری ہے۔ تھوڑی کوشش کر کے ہمت ہار نا شکست ہے۔ جہد مسلسل سے ہی امتِ مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے اور مسلم نوجوان ہی یہ کارِ عظیم سرانجام دے سکتے ہیں۔
- **اخلاقی و معاشرتی اصلاح:** نوجوان ہی وہ افراد ہیں جو توانائی سے بھرپور ہوتے ہیں اگر خلوص نیت کے ساتھ وہ اخلاقی و معاشرتی برائیوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کریں تو معاشرے میں اعلیٰ اقدار اور مثبت رویے پروان چڑھ سکتے ہیں۔ معاشرتی ہم آہنگی فروغ پا سکتی ہے۔ وہ نا صرف ذاتی اصلاح پر قادر ہیں بلکہ دیگر افرادِ معاشرہ کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ بھی ہیں۔

- **نسلِ نو کا تحفظ اور اس کی جہات:** اللہ نے آدم کو پیدا کیا اس سے حوا کو اور ان دونوں سے نسلِ انسانی کو بڑھایا اور اس دنیا میں پھیلا دیا جیسا کہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔[4]

اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور تمہارے جوڑے تخلیق کیے اور ان سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیے۔

مختلف قریے اور شہر آباد ہوئے اور نظامِ ہستی چلتا رہا۔ اللہ ربِ کریم نے وحی سے ہدایت کا بندوبست فرمایا کہ بنی آدم اللہ کے احکام کو نافذ کرے اور ایسے معاشرے کا قیام عمل میں آئے جو احسان، احساس، ایثار، صدق اور امانت جیسے اخلاقی اصولوں پر مبنی ہو، جہاں امن ہو عدل ہو حقوق و فرائض کا خیال ہو، اللہ کی فرمانبرداری ہو۔ قانونِ قدرت ہے ایک کے بعد ایک نسل آتی ہے اور آنے والے وقت کے ساتھ ہر نئی نسل کے حالات و اقدار میں تبدیلیاں بلکہ خرابیاں پیدا ہونے لگتیں ہیں جب تک سماوی ہدایت کا نزول جاری رہا ان خرابیوں کا ازالہ ہوتا رہا، بالآخر سلسلہ بنوت کی تکمیل ہوئی اور تاقیامت بنی نوع انسان کی اصلاحِ احوال کا یہ فریضہ امت مسلمہ کے سپرد ہوا۔ اللہ فرماتے ہیں:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔[5]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی تا کہ تم نیکیوں کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

شومئ قسمت ملتِ اسلامیہ کی اپنی نئی نسل مادی ترقی اور دنیاوی چمک دمک کے سراب کو ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ سمجھنے لگی ہے۔ بلاشبہ کسی قوم کا اصل سرمایہ اس کے نوجوان ہوتے ہیں بزرگوں کے تجربات کی روشنی میں کامیابی کی منازل طے کرتے ہیں لیکن اغیار کی تیز رفتار ترقی سے متاثر ہو کر اپنے اسلامی تشخص سے نا آشنا اور اپنی اقدار سے دور ہو رہے ہیں۔

ان حالات میں تلخ نتائج سے بچنے کے لئے باطل کے دامِ فریب سے نسلِ نو کا تحفظ ناگزیر ہے۔ عصرِ حاضر میں نسلِ نو کو مختلف پہلوؤں سے تحفظ کی ضرورت ہے جن میں اہم جہات مندرجہ ذیل ہیں:

- **تحفظِ نفس:** موجودہ عالمی صورتحال اور مسلم و طاغوتی تنازعات و تصادم میں امہ کی بقاء کے لئے بچوں و نوجوانوں کے نفوس کی حفاظت سب سے اہم ہے۔ اسلام دشمن قوتیں یکے بعد دیگرے مسلم ریاستوں پر ناحق جنگ مسلط کر کے مسلمانوں کی نسل کشی کر رہی ہے تا کہ حق کو روئے گیتی سے مٹایا جائے۔ ان حالات میں امت کی سلامتی نسلِ نو کے تحفظ میں مضمر ہے، کہول و بزرگ فہم و دانست سے عیارانہ چالوں کو سمجھ سکتے لیکن اپنے ضعفِ بازو کے سبب اس کے مقابلے کی قوت نہیں رکھتے۔ مزید یہ مسلم روایات کے امین یہ نوجوان اور بچے کل کے علم بردار ہیں انہی سے فتح کی امید وابستہ ہے۔
- **تحفظِ دین:** جب لفظ تحفّظ ذکر ہوتا ہے تو ذہن فوراً جان کی حفاظت کی طرف مائل ہوتا ہے جو بہر حال سب سے زیادہ اہم ہے لیکن نوجوانوں کو تحفظ جان کے بعد جس بڑے خطرے کا سامنا ہے وہ دین سے غفلت و بے رغبتی ہے کیونکہ جب تک مسلمان دین سے وابستہ و پیوستہ ہیں باطل کا ہر حربہ ناکام ہے۔ چنانچہ اس کا پہلا حملہ یہیں پر ہوتا ہے کبھی مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے، کبھی فرقہ واریت کو ہوا دے کر، کبھی اذہان میں احکامِ شریعت کے بارے میں مشقت و زحمت کا گمان پیدا کر کے، کبھی شریعت کو قدامت کے باعث ناقابل عمل قرار دے کر، کبھی حدیث کا انکار کا فتنہ پیدا کر کے۔ شعور کی عدم پختگی، جوشِ طبیعت کے سبب نوجوان بہت جلد اس بہکاوے کا شکار ہو جاتے ہیں جو دشمنانِ اسلام کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

- **اخلاقِ حسنہ کا تحفظ:** جب انسان دین سے دور ہو جاتا ہے تو اخلاقی تنزلی اگلی منزل ٹھہرتی ہے، جب انسان میں بالاتر ہستی کا خوف اور احکام کی پابندی مفقود ہو جاتی ہے تو وہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:
إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى إذا لم تستح فاصنع ما شئت [6]
بے شک لوگوں نے پہلی نبوتوں کی باتوں میں سے جو چیز پائی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم میں حیانہ رہے تو جو چاہو کرو۔
جب تک مسلمان اخلاقِ حسنہ کے حامل ہیں باطل کے لئے خطرہ ہیں لیکن جب وہ اخلاقی پستی کی دلدل میں گر جاتے ہیں تو دھنستے ہی جاتے ہیں اور خود اپنے ہی بھائیوں کے لئے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں چہ جائیکہ وہ فریقِ باطل کو شکست دیں۔
- **ملی تشخص کی حفاظت:** انسان کی شناخت اس کے کردار و شخصیت پر بہت اثر انداز ہوتی ہے جب اس کی قومی شناخت باقی نہ رہے تو اس کی تہذیب و ثقافت سے وابستگی باقی نہیں رہتی چنانچہ اسلام دشمن قوتیں نت نئے ذرائع سے مسلمان نوجوانوں کو ان کے ملی تشخص سے دور کرنے کے لئے کوشاں ہیں تاکہ ان کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کیا جاسکے اور ان کے قلوب اذہان کو اپنا اسیر بنا کر آلہ کار بنا سکیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم بچوں میں ملی وحدت کے شعور کی بیداری کے ساتھ باطل کے جدید دامِ فریب کو قطع کیا جائے۔
- **فکری تحفظ:** آج کے نوجوان کو غلط پروپیگنڈا اور جدید تعلیم کے نام پر اس کے دین سے جدا کیا جا رہا ہے جدیدیت کی تحریک اس کی دینی اقدار سے دور کرنے کی سازش ہے تنقیدی فکر کے پردے میں معاشرتی و اخلاقی روایات کو جھٹلانے کے لئے ذہن سازی کی کوشش ہو رہی ہے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اس کو بامقصد تعلیم کی رغبت دلائی جائے نیز جدید علوم اور دینی علوم میں توازن قائم کرنا ضروری ہے۔
- **مادیت پرستی سے تحفظ:** اسلام دینِ حق ہے تصورِ آخرت ایمان کا حصہ ہے یوں اسلامی تعلیمات مادی و روحانی ہر دو ضروریات کا امتزاج ہیں۔ مخالفینِ اسلام مسلم امت کو روحانیت سے دور کر کے صرف دنیاوی ترقی و مادی منفعت کے حصول پر لگا کر اس کے افکار کا رخ بدل رہے ہیں تاکہ اس کے دل میں اللہ سے تقویٰ کی بجائے رزق کی تنگی اور معاش کے چھن جانے کا خوف جگہ لے لے۔ وہ اللہ کی خوشنودی کی خواہش کی بجائے دنیاوی داتاؤں کو خوش کرنے میں لگ جائے خواہ اس سے دیگر مومن و مسلم ہی کیوں نہ تباہ ہو جائیں۔ جب کہ نبی کریم ﷺ نے امت کو جسدِ واحد قرار دیا ہے [7]۔ مادیت پرستی اس فردِ واحد کے ساتھ ملت کے وجود کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے لہذا اس سے نوجوانوں کی صیانت بہت ضروری ہے جو مناسب تربیت و تلقین اور حکمت ہی سے ممکن ہے۔

تربیت کے مراحل

انسانی زندگی بچپن سے بڑھاپے تک کئے ادوار میں بٹی ہے اسی اعتبار سے تربیت کے بھی مختلف مراحل ہیں جو تربیتی مسائل، اثرات اور طریقہ کار میں متنوع ہیں۔

مرحلہ اوّل: تربیتِ والدین

انسان کی زندگی کا بالکل ابتدائی زمانہ جب وہ صرف ماحول سے آشنائی حاصل کر رہا ہوتا ہے اس کا ذہن کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے جس پر جو رقم کیا جائے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اس مرحلہ پر جس نہج پر اس کو ڈالا جاتا ہے زندگی بھر وہ اس پر عمل پیرا رہتا ہے۔ اس دور میں تربیت اندازِ گفتگو اور اکل و شرب تک محدود ہوتی ہے ان ابتدائی سالوں کے بعد سن تمیز کو پہنچنے پر اس کو دیگر آدابِ

حیات اور بنیادی دینی تعلیم دی جاتی ہے جو بچہ اپنے والدین سے حاصل کرتا ہے۔

مرحلہ دوم: تعلیمِ اساتذہ

تربیت کے دوسرے مرحلے کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب بچہ گھر کے ماحول سے نکل کر سکول جاتا ہے۔ نئے ماحول میں اس کو والدین کے ساتھ اساتذہ کی راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے وسعتِ قلبی میسر کرتی ہے اس کے عقائد و اخلاق کی تعمیر ہوتی ہے۔

مرحلہ سوم: عملی زندگی

مکتب سے ابتدائی تعلیم کے بعد نوجوان معاشرے کے عمومی ماحول میں داخل ہوتا ہے عملی زندگی کی ابتداء اعلیٰ تعلیمی اداروں یا کسب معاش و روزگار کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔ نوجوانوں کی زندگی کا یہ بڑا اہم دور ہے انسان جسمانی قوتوں کے عروج سے اپنی فکری صلاحیتوں کو بھی بہترین گردانتا ہے۔ شاید یہی مرحلہ سب سے اہم مرحلہ ہے جب تربیت کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے لیکن افراد اس کا شعور نہیں رکھتے۔

تربیت و تعمیرِ کردار کا دائرہ کار

تربیتِ انسانیت اور تزینِ کردار کسی انسان کی شخصیت کے حسن میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں لیکن کردار کی تعمیر و آرائش کا عمل محدود اثر رکھتا ہے۔ کیونکہ انسانی شخصیت کے بعض اوصاف قدرتی ہیں۔ اس کا حسب نسب، بدن کی ساخت لون ولسان کی خوبیاں یا خرابیاں، ظاہری وجاہت اور فہم و ذہنی استعداد ان سب پر اس کا اختیار نہیں۔ اس کے برعکس بعض ایسے عوامل ہیں جو تعلیم و تربیت کی غرض سے کئے جانے والے اقدامات کا مثبت ردِ عمل دیتے ہیں۔ ان میں زیرِ تربیت شخص کی توجہ اور اثر قبول کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ تربیت انسان کی اصلاح و تحسین اسی صورت میں کر سکتی ہے جب زیرِ تربیت شخص کے اندر اصلاح کی خواہش اور صلاحیت ہو۔

نسلِ نو کی تعمیر و تربیت میں درپیش مشکلات

موجودہ دور میں جہاں امت کو دیگر میادینِ حیات میں تحدیات کا سامنا ہے وہاں اپنی نئی نسل کی ایسی تربیت جو ان کو افکار کی پختگی، معاملہ فہمی، زمانے کے مکر و فریب کی دانست، حالات کا سامنا کرنے کی ہمت اور باطل کا مقابلہ کرنے صلاحیت پیدا کرے اور شخصیت کی تعمیر کرے کسی چیلنج سے کم نہیں۔ آج والدین اساتذہ اور دیگر افراد کی کوششوں کا ثمر آور نہ ہونے کے متعدد اسباب ہیں جو حسب ذیل ہیں:

تیز رفتار ترقی

عہد حاضر تیز ترین ترقی کا زمانہ ہے ہر روز نئی ایجاد کے سبب والدین اور بچوں کے درمیان جنریشن گیپ بہت بڑھ گیا ہے۔ ماں باپ کو ایک طرف اس تیزی کو سمجھنے میں دقت ہے اور مصروفیات کی وجہ سے نت نئی ایجادات کی طرف توجہ کا وقت بھی نہیں۔ اس کے برعکس بچے و نوجوان جوشِ تجسس اور ذمہ داریوں سے آزاد والدین کے مقابلے میں کافی آگے ہیں جس سبب اہم ترین تربیتی ادارہ بے کار ہو گیا ہے۔

سوشل میڈیا کا کثیر استعمال

والدین و اساتذہ کی نسبت بچوں اور نوجوانوں میں سوشل میڈیا کا استعمال بکثرت ہے جہاں صحیح و سقیم ہر دو طرح کی معلومات لمحوں میں پھیل جاتی ہیں۔ قطع نظر اس کے نسلِ نو بلا تصدیق ان کو قبول کرتی جبکہ اپنے والدین و اساتذہ کی نصائح کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

انٹرنیٹ و مصنوعی ذہانت پر انحصار

انٹرنیٹ نے بلاشبہ فاصلوں کو سمیٹ لیا ہے اور مصنوعی ذہانت نے علم کے سمندر کو سمار کھا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ

ابھی بھی بہت سا علم افراد کے سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہے۔ مزید بر آں وہ صاحبِ علم ہونے کے ساتھ صاحب عقل و دانش بھی ہیں۔ نوجوان طبقہ بالعموم مصنوعی ذہانت پر کلی اکتفاء کر بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس مصنوعی ذہانت کا استعمال بھی ذہانت ہی سے ہے۔ ماں باپ کی تجربے اور استاد کی حکمت سے استفادہ طوالت و ست محسوس ہوتا ہے۔

کم سنی اور بحر علم

علم کا حصول جدید ذرائع سے آسان ہو گیا ہے۔ لیکن کم سنی میں یہ بحر علم ایک آفت سے کم نہیں۔ یہ ذرائع ابلاغ ہر طرح کی معلومات فراہم کرتا ہے جب کہ اس کے صارفین زیادہ تر کم عمر افراد اور بچے ہیں قبل از وقت ان غیر متعلقہ معلومات سے معرفت اخلاق و فکر کو متاثر کر رہی ہے۔

والدین کا قدیم تربیتی انداز

حالاتِ زمانہ میں تغیر تربیتی طریقے میں تبدیلی و بہتری کا تقاضا کرتا ہے جب کہ بعض والدین اپنے بچپن و لڑکپن کے زمانے والا انداز اختیار کرتے ہیں جو ناصرف غیر مؤثر ہوتا ہے بلکہ منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔

قول و فعل میں تضاد

تربیت کے غیر مقبول و غیر سود مند ہونے میں ایک رکاوٹ تربیت کرنے والے کا اپنا قول و فعل کا تضاد ہوتا ہے بات وہی اثر کرتی ہے جس پر انسان کا عمل بھی ہو ورنہ انکار ہی ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔[8]

اے ایمان والو! تم کیوں وہ بات کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔

نئی نسل پر تربیت کاروں کے اس رویے کا منفی اثر مرتب ہوتا ہے۔ اس لیے قول و فعل کا توازن اور اتفاق لازمی ہے۔

نسلِ نو کے تحفّظ و تعمیرِ سیرت کے لئے نبوی لائحہ عمل

کسی قوم کی تعمیر و ترقی کا انحصار مادی وسائل سے زیادہ اس کے آبادی کے ان کم سن افراد پر ہوتا ہے جو جوش و جذبے سے لبریز، مائل بہ عمل اور علم و مہارت کے حامل ہونے کے ساتھ خلوصِ نیت بھی رکھتے ہوں۔ لیکن بعض اوقات ان تمام تر خوبیوں اور صلاحیتوں کے باوجود بعض عوامل ان کی راہ میں حائل ہو کر ناصرف ملک و ملت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ بلکہ ان افراد کو حصولِ کامرانی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی سبب ان نوجوانوں کی حفاظت و مدافعت کے ساتھ تعمیرِ شخصیت نہایت ضروری ہے جو ایک دائمی ضرورت اور مسلسل عمل ہے۔ اس سلسلے میں سیرتِ رسول ﷺ ہمیں بہترین راہنمائی فراہم کرتی ہے سطورِ زیریں میں سیرتِ طیبہ سے نوجوانوں کے تحفظِ حیات و اخلاق اور تعمیرِ کردار کا لائحہ عمل بیان کیا جارہا ہے۔ جس کے اہم خدوخال مندرجہ ذیل ہیں:

بچپن میں تربیت کا آغاز

تربیت کا تعلق کسی باقاعدہ سکول کالج یا کسی مخصوص ادارے سے نہیں بلکہ اس کا آغاز ماں کی گود اور گھر سے ہوتا ہے۔ اولین اور مؤثر ترین تربیت وہ ہے جو وہ ابتدائی زندگی میں حاصل کرتا ہے عموماً سن بلوغ سے قبل افراد کے رجحانات و ترجیحات کا تعین ہوتا ہے۔ عہد طفولیت میں کردار اور افکار پختہ اور راسخ ہو جاتے ہیں، اگرچہ ان کا اظہار سن بلوغ کے بعد ہو، عمر کے ابتدائی چند سالوں میں الفاظ کو سن کر سیکھتا ہے ماحول اور افراد کو دیکھ کر شناسائی حاصل کرتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس عمر کی اہمیت کے پیشِ نظر

سنِ تمیز سے ہی تربیت کا اہتمام کیا جیسے کہ سات سال کی عمر میں بچے کو نماز سکھانے کا حکم ہے اور دس سال کی عمر میں عدم ادائیگی پر تادیباً ضرب لگانے کی اجازت بھی دی[9]۔

اخلاقی و دینی تربیت کا اہتمام

بعثتِ محمدی کا مقصد دین کی تعلیم اور اخلاق حسنہ کی تکمیل تھی جیسے کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔[10] چنانچہ جب ہم سیرتِ رسول پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو ہمیں دینی و اخلاقیات کی تربیت کا خصوصی اہتمام نظر آتا ہے جیسے کہ سنن ابو داؤد میں روایت ہے:

> مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع[11]
>
> آپ نے حکم دیا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز سکھائی جائے اور جب دس سال کا ہو نماز چھوڑنے پر اس کو مارو اور ان کا بستر الگ کر دیا جائے۔

سات سال کی عمر سنِ تمیز ہے بچہ معاملات کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ نماز ارکانِ اسلام میں سے ہے کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتی اس کی اہمیت کے باعث سات سال کی عمر میں سکھانے کا کہا تا کہ عادت پختہ ہو جائے۔ دوسری جانب دس سال کی عمر میں بچہ کافی سمجھدار ہو جاتا ہے پھر بھی نا ادا کرے تو پھر سختی کی جائے دوسری جانب اخلاقی پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے بستر الگ کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح اخلاق حسنہ، صداقت و امانت، حیا کی ترغیب دی[12] اور اخلاقِ سیئہ کی قباحت بیان کی اور حسد، غیبت، وغیرہ کے نفرت دلائی[13] کیونکہ یہی وہ برائیاں ہیں جو بظاہر دکھائی نہیں دیتیں لیکن معاشرتی انتشار کا سبب بنتی ہیں۔

ایمان اور عقیدے پر خاص توجہ

بعثتِ نبوی ﷺ کا اوّلین مقصد قلوبِ انسانیہ میں رسوخِ ایمان اور غلط عقیدہ کا رد تھا کیونکہ اعمال ایمان کا مظہر ہوتے ہیں اور ان کی اصلاح کا دارومدار عقیدے کی صحت پر ہے۔ چنانچہ رسولِ امین ﷺ نے نوجوانوں کی تربیت اور تعمیرِ شخصیت میں ایمان کی مضبوطی اور عقیدے کی درستگی پر خصوصی توجہ دی تا کہ مشکلاتِ زمانہ ان کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ نے فرمایا" :اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں[14]۔ یہ روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے لڑکپن کی ہے جب رسولِ کریم ﷺ نے اللہ پر توکل و بھروسہ کرنے کے ساتھ ان کے اللہ پر ایمان کو تازگی بخشی ہے۔

درس گاہ کا قیام

علم وہ زیور ہے جو انسان کی روح کو آراستہ کرتا ہے اس کے اعمال کو درست سمت عطا کرتا ہے، اور فکر کو سلامتی بخشتا ہے۔ اہل عرب جو زمانے کی گنوار ترین قوم تھی علم و آگہی کی بدولت مہذب اور ترقی میں اقوامِ عالم میں امام ٹھہری۔ اس وقت عرب

معاشرے میں اگرچہ تعلیم و تعلم کا رواج نہ تھا، رسولِ کریم ﷺ نے مکہ میں مومنین کی تعلیم وتربیت کے لئے دارِ ارقم میں اہتمام فرمایا اور بعد از ہجرت مدینہ میں اولاً مسجد میں درسگاہ قائم کی۔ آپ ﷺ مدینے کے شہریوں مرد، عورتیں اور باہر سے آنے والے وفود سب کے استفسارات کا جواب بھی دیتے اور باقاعدہ درس کا نظام بھی قائم کیا۔ مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی صفہ یعنی ایک چبوترہ جس پر سائبان لگایا گیا جہاں فقراء مہاجرین جو غیر شادی شدہ ہوتے دن کو تعلیم و تدریس میں مصروف رہتے اور رات وہی صفہ ان کی اقامت گاہ ہوتا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ستّر کے قریب ہوتی کبھی ان میں اضافہ بھی ہو جاتا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم زہد و توکل کی تصویر تھے ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا اکثر فاقہ سے ہوتے، ان کی واحد مشغولیت علم کا حصول اور اس کو فروغ تھا۔ ان کی یہ مصروفیت چوبیس گھنٹے کی تھی۔ ان میں کمال حافظہ و دانش تھی۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر اصحابِ رسول اسی عظیم دانشگاہ سے تعلق رکھتے تھے۔

باصلاحیت افراد کی حوصلہ افزائی

نوجوان صحابہ کو تدریسی ذمہ داری سونپ کر ان کی نا صرف علمِ دین فروغ پاتا بلکہ ان باصلاحیت لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی جو ان میں خود اعتمادی و آزادانہ فیصلہ سازی کو جلا بخشتی۔ تاریخ کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ نے دوسرے علاقوں میں جو معلمین ارسال کئے وہ سب نوجوان ہی تھے، جیسے کہ ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ مبلغ و معلم بنا کر بھیجا جیسا کہ ابونعیم اصفہانی لکھتے ہیں:

> بعثه النبی إلی المدینة بعد أن بایع الأنصار البیعة الأولی، لیعلمهم القرآن، ویدعوهم إلی توحید الله ودینه، وكان یدعی المقری[15]
>
> نبی ﷺ نے انہیں مدینہ بھیجا جب کہ انصار آپ ﷺ سے پہلی بیعت کر چکے تھے۔ تاکہ وہ انہیں قرآن سکھائیں اور اللہ کی وحدانیت اور اس کے دین کی دعوت دیں۔ اور انہیں مقری کہا جاتا تھا۔

ان کو نو عمری میں اس عظیم مقصد کے لئے بھیجا گیا اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ غزوہ احد میں شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی[16]۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ اور اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر انہی کی کاوشوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے[17]۔ اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یمن کی طرف معلم وامیر بنا کر بھیجا گیا[18] بلکہ ابنِ کثیر کے بقول یمن و حضر موت کی طرف بھیجا گیا۔[19] وہ بھی کم سن تھے کیونکہ ان کی موت کے وقت عمر تیس سے کچھ اوپر تھی۔[20] ان کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی تھی۔ اس کم عمری کے باوجود انہوں نے یہ فریضہ بڑی اچھی طرح ادا کیا۔ ایک اور نوخیز صحابی عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو سترہ سال کی عمر میں تعلیمِ قرآن کی غرض سے اہلِ نجران کی طرف روانہ کیا[21] نبی کریم ﷺ نے اپنی کامل بصیرت سے دعوت و تعلیم کا کام کم عمر اور نوجوان صحابہ کو سونپا اور اس کے حیرت انگیز نتائج سے کتبِ تاریخ بھری پڑیں ہیں۔

سپاہ گری اور جنگی قیادت کی تربیت

کوئی قوم کتنی ہی خوشحال کیوں نہ ہو علوم و فنون کی کتنی ہی مہارت کی حامل ہو اگر وہ اپنا حربی دفاع نہیں کر سکتی تو اس کی بقا مشکوک ہو جاتی ہے۔ عہد نبوی ﷺ کا زمانہ دفاعی اعتبار سے بڑا غیر یقینی تھا۔ دشمن کس وقت اور کس جانب سے حملہ آور ہو کسی کو کوئی خبر نہ تھی۔ اسلام دشمنی کے ساتھ جنگجو فطرت کے حامل عرب کسی وقت امن برباد کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک ایسے گروہ کا وجود لازم تھا جو قوت بھی رکھتا ہو، جوش بھی اور جنگی مہارت بھی۔ اس مقصد کا حصول صرف نوجوان طبقہ سے ممکن تھا اس لئے نبی اکرم

ﷺ نے نہ صرف اپنے ساتھ ان کی تربیت کا اہتمام کیا بلکہ بہت سی جنگی مہمات میں ان کو لشکرِ اسلام کی قیادت کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جہاں اشاعتِ اسلام اور علمی میدان میں جولانیاں دکھائیں وہاں جنگ کے میدان میں بھی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے دشمن نے سینے میں نیزہ گاڑھ دیا لیکن آپ نے عَلمِ اسلام کو گرنے نہیں دیا جب شہید ہوئے تو دوسرے جوان نے اسے سنبھال لیا[22]۔ اسی طرح ایک کم عمر صحابی عمیر رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص غزوہ بدر کے موقع پر پیچھے نہیں رہے بلکہ چھپ کر مومنین کے مختصر گروہ کے ساتھ آئے کہ ان کی کم عمری کی وجہ سے ان کو واپس نہ بھیج دیا جائے۔ ان کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ دشمن یلغار کرے اور وہ گھر رہیں، ان کا خدشہ درست نکلا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس جانے کو کہا تو ان کی حمیت دینی نے برداشت نہ کیا اور اصرار کر کے جنگ میں شرکت کی اور سولہ سال کی عمر میں مرتبہ شہادت پایا۔[23] حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی نوجوانی کی عمر میں جنگِ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے لشکرِ جرار کے مقابلے میں میدان میں اترے اور دلیرانہ لڑتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔[24] اس نوع کے واقعات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی اس دور اندیشی کو ظاہر کرتے ہیں کہ جنگ کی مشقت اور ہیبت جوانوں کے دلوں میں ڈالنے کی بجائے ایسے حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرنا چاہیے۔ مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا موت ایک حقیقت ہے اس کے سامنے کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔

جسمانی صحت اور تروتازگی کا اہتمام

اسلام جس زمانے میں ظہور پذیر ہوا اور جس معاشرے میں پروان چڑھا زندگی نہ ہی آج کی طرح پیچیدہ تھی اور نہ ہی موجودہ زمانے کی طرح مصروف اور تنگ بلکہ آلودگی سے پاک اور سادہ، نہ کسب معاش میں انتہائی مصروفیت اور نہ ہی اوقاتِ فراغت میں بھی بستر پر موبائل گیمز اور سوشل میڈیا میں انہماک۔ عہدِ رسالت سے قبل اور عطائے نبوت کے بعد بھی رسولِ کریم ﷺ نے انسانی ذہن کی تروتازگی اور بدنی صحت کے لئے کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کا باقاعدہ اہتمام کیا خصوصاً گھڑسواری، تلوار زنی اور نیزہ بازی کے حربی تربیت سے متعلقہ فنون کے مقابلوں کا انعقاد کیا۔[25] عرب میں پانی کی کمی کے باعث تیراکی کا رجحان کم تھا لیکن تیراکی انسانی صحت اور تروتازگی کے لئے بہت مفید ہے اس لئے اس کی طرف خصوصی توجہ کروائی[26]۔ یوں نوجوانوں کی جسمانی صحت اور ذہنی سکون کے انتظام کے لئے مفید کھیلوں اور ان کے مقابلوں کی ترغیب دلائی[27]، یہ وہ کھیل تھے جن میں مہارت میدانِ جنگ میں فتح کا انتظام تھا۔

مشاورت میں شمولیت

قرآن میں رسولِ خدا کو اجتماعی معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ امت کے امور میں رائے لی جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے منصب رسالت پر فائز ہونے کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش آمدہ مسائل میں رائے لی جاتی، ان میں عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، ابو عبیدہ بن الجراح، عبد اللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت وغیرہ شامل تھے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مشیر صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکثر کم عمر تھے، آپ کا یہ طرزِ فیصلہ سازی دانستہ طور پر اختیار کیا گیا ورنہ آپ کو وحی سے ہدایت حاصل تھی مشاورت کی یہ سنت فی الحقیقت نوجوانوں کی تربیت کا حصہ تھی تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اس کو سنتِ رسول کے طور پر اختیار کریں، محض ذاتی رائے کی بنا پر کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں یہ حکمت مشاورت کے حکم والی آیت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ [28]

اور ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔ سو جب پختہ عزم کر لو تو اللہ پر توکل کرو۔

معاملات میں صحابہ سے مشورہ کے حکم کے بعد واحد کے صیغہ سے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کریں یہ اسلوب یہ ظاہر کرتا ہے کہ عزم تو آپ کا ہی معتبر ہے البتہ اپنے اصحاب سے مشاورت کریں تاکہ یہ آپ کے متبعین کے لئے سنت قرار پائے[29]۔ اجتماعی و اجماعی رائے میں ہر زاویہ نگاہ سے معاملات کو دیکھا جاتا ہے جب کہ ذاتی و انفرادی رائے پر ذہنی کیفیت و جسمانی عوارض بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو جنگی قیدیوں کا معاملہ ہو یا میدانِ کارزار کا انتخاب آپ نے مشورہ ضرور فرمایا حالانکہ بعض اوقات اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی کمزوری کا ذکر بھی فرمادیا جیسے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں کثرت رائے سے قتل کی بجائے فدیہ کا فیصلہ کیا گیا تو اس کو ناپسندیدہ قرار دیا[30]۔

عملی نمونہ پیش کر کے ترغیب و ترہیب

کسی امرِ معروف کی زبانی تلقین یا کسی منکر سے ممانعت اگرچہ طبائع سلیمہ پر اثر کرتی ہے لیکن اس کی قبولیت و عمل یا ردو اجتناب میں کسی قدر ہچکچاہٹ باقی رہتی ہے۔ لیکن جب مربّی کا اپنا عمل اس کے مطابق ہو تو مزاج کے اندر کی جھجک ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن کی تعلیمات کو صاحبِ قرآن کے عمل سے بیان کیا تاکہ قرآنی ہدایت ناقابلِ عمل نہ قرار دی جاسکے۔ چنانچہ قرآن کے منکر بھی اس کے حامل کی حیات کو قرآن کی جیتی جاگتی تفسیر قرار دیتے ہیں۔ یہی انداز نبی برحق نے عرب قوم جن میں ان کے بچے و نوجوان بھی کثیر تعداد میں شامل تھے ان کی تربیت کے لئے اختیار کیا۔ جس کو حلال بتایا اس کو اپنے لئے حلال سمجھا جس کو حرام قرار دیا خود بھی اس سے مکمل اجتناب کیا۔ نماز کے قیام کا حکم آیا تو اس کی تاکید کے ساتھ خود اس کی ادائیگی سے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا۔ غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ نے جب خوراک کی قلت کے سبب پیٹ پر پتھر باندھنے کی شکایت کی تو آپ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے[31]۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ نے نوجوانوں کو نیکی کی ترغیب اور برائی سے ترہیب کے لئے قول کے ساتھ عملی مثال بھی پیش کی۔

فطری حوائج کا لحاظ

نوجوانی اور عہد شباب زندگی کا وہ حصہ ہے جب انسان روبہ عروج ہوتا ہے اس کی نگاہ بلندی کی طرف مائل، ذہن روشن، قلب جوش وولولے سے لبریز۔ ایسی صورت میں جہاں جسمانی قوت بھرپور ہوتی ہے وہاں خواہش نفسانی کے ہیجان کا ہونا فطری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کی تربیت کے اہتمام میں ان کے فطری حوائج کو ملحوظ رکھا اور نرمی کے ساتھ ان کی جسمانی، نفسانی اور اخلاقی تربیت کی جس کے نتیجے میں وہ عمدہ کردار کے مالک بن گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے فضل رضی اللہ عنہ حجہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ راستے سے کچھ عورتوں کا گزر ہوا فضل ان کی طرف دیکھنے لگے تو نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کا منہ پھیر دیا، وہ دوبارہ رخ بدل کر دیکھنے لگے آپ ﷺ نے پھر ان کا چہرہ پھیر دیا[32]، رسول اللہ ﷺ نے ان کو سرزنش نہیں کی لیکن دوبار ان کی نظر کو ہٹا کر غلطی کا احساس ضرور دلا دیا۔ اسی طرح حضرت فضل بن عباس اور ان کے چچازاد کے بیٹے عبد المطلب بن ربیعہ کی عمر شادی کی ہوئی جبکہ ان کے معاشی حالات ٹھیک نہ تھے تو وہ رسول اللہ کے پاس گئے کہ ان کو عاملِ زکوۃ لگا دیں تاکہ وہ مہر ادا کر سکیں اور شادی کے بعد اخراجات پورے کر سکیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ وہ ہاشمی ہیں ان کو زکوۃ سے کچھ مال نہیں دیا جاسکتا البتہ ان کی شادیاں کرادیں اور مہر خمس سے ادا کر دیا۔

نسلِ نو کی تربیت کے اصول سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کے تحفظ، اصلاح کردار کے لئے جو اقدامات کئے ان کا جائزہ لینے سے سیرتِ طیبہ سے چند

رہنما اصول اخذ ہوتے ہیں جن کی روشنی میں تا قیامت بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق تحفظ و تربیتِ کردار کا مؤثر نظام وضع کیا جا سکتا ہے ذیل میں ان یہ اصول مختصراً بیان کئے جا رہے ہیں۔

- **بچپن سے تربیت کا انتظام:** بچے کی عمر کے ابتدائی سال بہت اہم ہوتے ہیں، ان ایام طفولیت میں جس طرح بچے کی جسمانی افزائش بہت تیز ہوتی ہے اس طرح اشیاء اور رویوں کی شناخت اور سیکھنے کی صلاحیت بھی تیز ہوتی ہے۔ چنانچہ زندگی کے ابتدائی سال بچے کے لئے رجحان ساز ہوتے ہیں اس عمر میں عادات کی عدم پختگی اس کی شخصیت کی تعمیر میں مفید و مؤثر ہوتی ہے۔
- **نرم رویہ:** ہر عمل کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے جس کی شدت کا انحصار عمل کی شدت پر مبنی ہے۔ والدین، استاد، اور معاشرے کے دیگر افراد کو نئی نسل کے ساتھ نرم رویہ رکھنا چاہیے۔ ان کی غلطیوں اور لاپرواہی پر سختی کی بجائے پیار سے سمجھانا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں معاشرے کے ہر اس فرد کے ساتھ بھی نیکی کی جس نے ان کو ایذا رسانی کی۔ شفقت و نرم خوئی ہی نوجوانوں کے قلوب و اذہان کو نصیحت کی قبولیت کے لئے اس طرح نرم کرتا ہے جیسے کمہار برتن بنانے کے لئے مٹی کو نرم کرتا ہے اور پھر اپنی مرضی کی شکل دے لیتا ہے۔
- **حکمت کا انداز:** حیاتِ انسانی ارتقاء پذیر ہے تہذیب و تمدن کی تبدیلی سے نسلوں کا اندازِ فکر بدل جاتا ہے۔ چنانچہ آج سے بیس سال پہلے کے نوجوان کی فکر پر اثر انداز ہونے والے عوامل اور تھے آج وہ یکسر بدل چکے ہیں سوچ کا انداز و محور بدلنے سے افہام و تفہیم کے طریقے بھی تبدیل ہو چکے ہیں۔ آج کا نوجوان تو کجا بچہ بھی ماں باپ کے حکم کی تعمیل سے پہلے اس کی منطق پوچھتا ہے اس لئے نئی نسل کے کردار کی تعمیر و تشکیل کے لئے حکمت اک انداز اپنانا ہو گا۔
- **درست سمت کا تعین:** ہر انسان یکساں مزاج کا مالک نہیں ہوتا ہے اور نا ہی اس کی صلاحیتیں اور ترجیحات ایک سی ہوتی ہیں۔ چنانچہ والدین ہوں یا اساتذہ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بچے کے لئے درست سمت کا تعین کریں۔ سیرت رسول اس بات کی گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس میں جو صلاحیت دیکھی اس کو وہی ذمہ داری سونپی۔
- **اعتدال و توازن:** تربیت کرنے والے کے لئے خصوصاً اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ افراط و تفریط کے بیچ کی راہ اختیار کرے نا شدت اختیار کرے اور نا ہی تربیت کو بالکل ترک کر کے اپنی نسل کو حالات کے حوالے کر دے۔

نتائج بحث

- کسی قوم کے نوجوان افراد وہ جواہر ہیں جن کا کوئی متعین مول نہیں ان کو جس قدر محنت سے تراشا جائے گا اس قدر ان کی قیمت بڑھے گی جو ایک مسلسل اور کثیر الجہت عمل ہے۔
- قومی ملی ترقی میں نسلِ نو کا کردار مسلمہ ہے۔ نیز جدید نسل کا تحفظ اور تعمیرِ کردار، عصر حاضر میں بہت اہم ہے۔
- نسل نو کی تربیت میں امت مسلمہ کو بہت سے تحدیات کا سامنا ہے جن میں تیز سائنسی ترقی، تہذیبی تصادم اور اہل حق اور اہلِ باطل کا ٹکراؤ اہم ہیں۔ چنانچہ جدید نسل، عصرِ حاضر میں اس کی تربیت میں پیش آمدہ تحدیات اور ملی تعمیر میں ان کے کردار کو سمجھنا ضروری ہے۔
- تربیتِ نسلِ نو ہی مسلم امت کو موجودہ مصائب کے گرداب سے نکال سکتی ہے۔
- کردار کی تعمیر و ترقی کے راہنما اصول سیرتِ نبوی ﷺ میں موجود ہیں جو ہر عہد کے لئے کامیابی کی ضمانت ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عہدِ پر فتن میں سیرت کے نور سے استفادہ کیا جائے۔

References

1 Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram ibn ʿAlī (d. 711 AH), *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), 11:660.

2 John J. Macionis, *Sociology*, 15th ed. (Boston: Pearson, 2015), chap. 5.

3 Karl Mannheim, "The Problem of Generations," in *Essays on the Sociology of Knowledge*, ed. Paul Kecskemeti (London: Routledge & Kegan Paul, 1952), 276.

4 Al-Qur'ān, 4:1.

5 Al-Qur'ān, 3:110.

6 al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, (Damascus: Dār Ibn Kathīr and Dār al-Yamāmah, 1414 AH), Kitāb al-Adab, Bāb 78, no. 5769.

7 Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Naysābūrī, *al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar bi-Naql al-ʿAdl ʿan al-ʿAdl ilā Rasūl Allāh*, (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, n.d.), Kitāb al-Birr wa-l-Ṣilah wa-l-Ādāb, Bāb Tarāḥum al-Muʾminīn wa-Taʿāṭufihim wa-Taʿāḍudihim, no. 2586.

8 Al-Qur'ān, 61:2.

9 al-Dārimī, Abū Muḥammad ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān, *al-Sunan*, (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1407 AH), Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Matā Yuʾmar al-Ṣabī bi-l-Ṣalāh, no. 1431.

10 al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Adab al-Mufrad*, Bāb Ḥusn al-Khuluq, no. 273.

11 Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath, *al-Sunan*, (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, n.d.), Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Matā Yuʾmar al-Ghulām bi-l-Ṣalāh, no. 495.

12 Abū Dāwūd, *al-Sunan*, Kitāb al-Adab, nos. 4798, 4800.

13 Abū Dāwūd, *al-Sunan*, Kitāb al-Adab, nos. 4885, 4905.

14 al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā, *al-Sunan*, (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, n.d.), Kitāb Ṣifat al-Qiyāmah wa-l-Raqāʾiq, Bāb 59, no. 2516.

15 Abū Nuʿaym al-Iṣfahānī, Aḥmad ibn ʿAbd Allāh, *Maʿrifat al-Ṣaḥābah* (Riyadh: Dār al-Waṭan li-l-Nashr, 1419 AH/1998), 5:2556.

16 Ibn ʿAbd al-Barr, Abū ʿUmar Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, *al-Istīʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb* (Beirut: Dār al-Jīl, 1992), 4:1474.

17 Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad ibn Abī Bakr, *Zād al-Maʿād fī Hady Khayr al-ʿIbād* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1994), 3:42.

18 Ibn al-Athīr al-Jazarī, ʿAlī ibn Muḥammad, *Usd al-Ghābah fī Maʿrifat al-Ṣaḥābah* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.), 5:187.

19 Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, *al-Bidāyah wa-l-Nihāyah* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1408 AH), 6:338.

20 Abū Nuʿaym al-Iṣfahānī, *Maʿrifat al-Ṣaḥābah*, 5:2431.

21 Ibn ʿAbd al-Barr, *al-Istīʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb*, 3:1173.

22 Ibn Saʿd, Muḥammad ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1410 AH), 3:89.

23 Ibn al-Athīr al-Jazarī, *Usd al-Ghābah fī Maʿrifat al-Ṣaḥābah*, 4:287.

24 Ibid, 1:547.

25 Muḥammad ibn Yūsuf al-Ṣāliḥī al-Shāmī, *Subul al-Hudā wa-l-Rashād fī Sīrat Khayr al-ʿIbād* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1993), 4:344.

26 al-Nasāʾī, Abū ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shuʿayb, *al-Sunan al-Kubrā*, (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2001), Bāb Mulāʿabat al-Rajul Zawjatahu, no. 8891.

27 Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad ibn Abī Bakr, *al-Furūsiyyah* (Saudi Arabia: Dār al-Andalus, 1993), 211.

28 Al-Qur'ān, 3:159.

29 al-Ṭabarī, *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān*, 6:190.

30 Al-Qur'ān, 8:67–69.

31 al-Tirmidhī, *al-Sunan*, Kitāb al-Zuhd, Bāb fī Maʿīshat Aṣḥāb al-Nabī, no. 2371.

32 al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ḥajj, Bāb Wujūb al-Ḥajj wa-Faḍlihi, no. 1442; Muslim, *al-Musnad al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ḥajj, Bāb Ḥajjat al-Nabī ﷺ, no. 1218.